اسلام میں طرز حکومت اور ریاست کا تصور

سجاد علی استوری

اسکالر شعبہ علوم اسلامی

جامعہ کراچی!

اسلام میں طرز حکومت اور ریاست کی ماہیت پر گفتگو کرنے سے پہلے اس بات کا مختصر تجزیہ لازم ہے کہ کیا اسلام کسی طرح کا نظام زندگی رکھتا ہے؟ یقیناً اسلام ایک مکمل نظام حیات کا نام ہے تب ہی تو قرآن مجید میں صاف الفاظ میں اعلان ہوا ہے کہ **"یا ایھاالذین اٰمنوا دخلوا فی السلم کافّۃ"** (۱) ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔" اگر اسلام فرد کے علاوہ معاشرہ کی تعلیم و تربیت اور اس کو صحیح راہ پر استوار کرنے کا نظام نہ دیا ہوتا تو کبھی وہ فرد کو اپنی پوری زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کو اپنانے کا حکم نہیں دیتا۔ لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اسلام محض چند منتشر خیالات اور اصولوں کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل نظام حیات ہے۔

اسلامی نظریہ حیات کی جامعیت کو کم کرنے کی ایک اہم وجہ دین اور دنیا کی تقسیم بنی۔ بنیادی طور پر دین کو دنیا سے الگ تصور کرنا اسلام کی نہیں بلکہ یہ ایک سیکولر فکر ہے۔ احمد واعظی تحریر کرتے ہیں: "سیکولرازم نے کائنات اور انسان کو ایک نیا نظریہ دیا۔ یہ نظریہ بہت سے موارد میں دین کی حاکمیت اور اس کی تعلیمات کی قدر و قیمت کا منکر ہے۔" (۲)

اسلام روح اور نفس کے مجموعہ کا نام ہے، جب فرد اپنا رابطہ خدا سے باندھے تو اسے روح کہا جاتا ہے اور پھر روح کی پاکیزگی کے لئے اسے اپنی نفس کو دنیا سے معلق کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ خالق کی پہچان مخلوق کے وجود سے ہوتی ہے۔ مخلوق اپنی وجودی حیثیت میں مادّہ ہے اور جوہری حیثیت میں روح۔ لہذا خالق کی پہچان کے لئے انسان کو دونوں سے وابستگی لازمی ہے۔ معروف مصری عالم یوسف قرضاوی رقم طراز ہیں: "اسلام کی نظر میں روح کوئی جدا اور علیحدہ

شئے ہے اور نہ جسم روح سے بے گانہ ہوکر کوئی حقیقت رکھتا ہے۔ اس لئے اسلام کی نظر میں دین اور علم، دین اور دنیا اور دین اور حکومت کا رشتہ مربوط، غیر منفصل اور کبھی جدا نہ ہونے والا ہے۔" (۳)

علامہ اقبال نے مذہب اور دین کی اس تقسیم کو یوں پیش کیا ہے: "اسلام میں روحانی اور وقتی دو الگ الگ عالم موجود ہی نہیں اور کسی بھی فعل کا کردا خواہ غیر مذہبی ہی کیوں نہ ہو، وہ ذہنی رویے کی کارفرمائی ہے، جو صاحب عمل تشکیل دیتا ہے۔ یہ فعل کا نظر نہ آنے والا پس منظر ہے، جو بالآخر اس کو متعین کرتا ہے۔ ایک فعل وقتی (Temporal) یا دنیوی (Profane) ہوتا ہے۔ اگر اس کے پیچھے وہ پیچیدگی موجود ہو، اسلام میں وہی ایک حقیقت ہے، جسے اگر ایک رخ سے دیکھا جائے، تو کلیسا ہے اور اگر دوسرے رخ سے دیکھا جائے تو ریاست ہے۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ کلیسا اور ریاست ایک شے کے دو پہلو یا اجزا ہیں۔ اسلام ایک واحد حقیقت ہے جو تقسیم نہیں کی جاسکتی ہے۔" (۴)

اسلام انسان کی اخروی زندگی کے ساتھ دنیوی زندگی کی کامیابی کا بھی متمنی ہے۔ اسلام میں مطلقاً ترکِ دنیا کی اجازت نہیں۔ اس حوالے سے متفقہ علیہ مشہور حدیث موجود ہے: "**لا رهبانية فى الدين** ۔دین میں رہبانیت نہیں ہے۔" اور نہ ہی تخلیق انسانی کا اصل مقصد صرف دنیا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی پر حضرت علی بن ابی طالب کے تقریباً نو (۹) خطبات نہج البلاغہ میں موجود ہیں۔ (دیکھیں خطبہ نمبر۳۲، ۵۲، ۶۱، ۶۲، ۸۰، ۸۷، ۹۷، ۱۰۹، ۱۱۱)۔ ان خطبات کو سطحی انداز میں دیکھیں تو یہی تاثر ملتا ہے حضرت علی بن ابی طالب نے مطلقاً ترک دنیا کا درس دیا ہے لیکن دوسری طرف آپ کے بہت سے ایسے فرامین بھی ملتے ہیں جس میں آپ نے دنیا اور اس میں موجود ان گنت مظاہر قدرت پر غور کرنے کی تلقین کی ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں: **اَلا وَ انَّ الدّنيا دارُ لا يُسلمُ منها اِلّا فيها** ۔تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا ایسا گھر ہے کہ اس کے (عواقب) سے بچاؤ کا ساز وسامان اسی میں رہ کر کیا جاسکتا ہے۔ (۵)

بہرحال انسان اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کیونکہ انسان خود اپنا وضع کردہ قانون (Self legislation) کو غلطیوں سے مبرا رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس لئے فطرتاً Divine Laws کا محتاج ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا (Divine Laws) قوانین الٰہی کا نفاذ حکومت اور ریاست کے بغیر ممکن ہے؟

سورہ نور کی آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد ہوتا ہے: "**وَعدَ اللّٰهُ الَّذينَ امنوا منكم**

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط (۶) تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا۔"

قطع نظر اس بات سے کہ اس آیت کے اصل مصداق کون لوگ ہیں یہ بات واضح ہو جاتی ہیں کہ اہل ایمان اور صالح لوگوں کو اللہ نے زمین پر حکمرانی کا وعدہ کیا ہے۔ متعدد انبیاء کی حکومتوں کی طرف اجمالی اشارے خود قرآن مجید بھی موجود ہیں۔ سب سے واضح اور اہم دلیل خود ریاست مدینہ موجود ہے جو میثاق مدینہ کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔ ڈاکٹر زاہد علی زاہدی اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں لکھتے ہیں: "مدینہ میں قائم ہونے والی ریاست کے سربراہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور اس طرح روحانی قیادت اور سیاسی قیادت دونوں ایک شخصیت میں جمع ہوگئی تھی۔" (۷)

لہذا انسان کو یقیناً اللہ کی زمین میں اللہ کے قوانین کو نافذ کرنے کے لئے ایک الٰہی حکومت کا قیام لازم ہے اور ان مقاصد کا حصول ریاست کے بغیر ممکن نہیں۔ مسلمان کے لئے خود ریاست اور حکومت کا حصول اصل مقصد نہیں ہے بلکہ الٰہی قوانین کی تنفیذ کے لئے ریاست اور حکومت کا ہونا لازم ہے۔ اب ہم گفتگو کرتے ہیں کہ اس ریاست کے خدوخال کیسا ہونا چاہئیں جس کو ایک اسلامی ریاست کہا جا سکے۔

سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ اسلامی ریاست کس کو کہا جائے؟ (۱) کیا جس ملک میں مسلمانوں کی اکثریت ہو اسے اسلامی ریاست کہا جائے چاہئے اس میں قوانین ملکیہ کچھ بھی ہوں۔ (۲) کیا اس ملک کو اسلامی ریاست کہا جائے کہ جس میں زمام حکومت مسلمانوں کے پاس ہے۔ (۳) دنیا میں موجود وہ 53 ممالک جہاں کی اکثر آبادی مسلمانوں کی ہے کیا ان تمام ممالک کو اسلامی ریاستیں کہا جا سکتا ہے؟

یہ بات طے ہے کہ حکومت اسلامی کے وجود کے بغیر اسلامی ریاست کا تصور ممکن نہیں۔ دنیا میں جتنی بھی حکومتیں مسلمانوں کے ہاتھوں سے قائم ہوئی ہیں ان میں سے اکثر حکومتیں سیکولر

بنیادوں پر قائم ہوئی تو کچھ موروثی بنیادوں پر، بعض دفعہ اسلامی ریاست کے قیام کی بھی کوششیں نظر آتی ہیں جن کی بنیاد شورائیت اور اجماع پر رکھی گئی تھی لیکن یہ بھی بہت جلد اپنی ہیئت اور حقیقت کو قائم نہ رکھ سکیں اور یہ حکومتیں بادشاہت کا روپ اختیار کر گئیں۔ تاریخ میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بعض دفعہ جمہوریت کو بنیاد بناتے ہوئے بھی اسلامی ریاستوں کو قائم کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن اس میں بھی مسائل پیدا ہوئے کیونکہ خود مسلمان جمہوریت کی ایک ماہیت میں متفق نظر نہیں آتے ہیں۔

بہر حال مسلمانوں کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ ایک ایسی ریاست وجود میں لایا جائے جس میں اسلام کے آفاقی اصولوں کا اجراء ہو اور تمام تر ریاستی امور دین کے بتائے اصولوں کے پابند ہوں۔ ہم ان نظریات کا مختصر جائزہ پیش کریں گے کہ اسلام کا نظریہ طرز حکومت کیا اور کیسا ہے؟

بادشاہت:

دنیا میں رائج شدہ طرز حکومتوں میں ایک بادشاہت ہے۔ بادشاہت کو ملوکیت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کی ابتداء اسلام میں بقول مولانا مودودی امیر شام کے جبریہ تخت نشین ہونے کے بعد شروع ہوئی۔

موروثی حق حکومت حاصل کرنے والے حکمرانوں نے ہمیشہ سیکولرازم کی تقلید کرتے ہوئے عوام اور رعایا کو یہی باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ ریاست کے امور میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ ڈاکٹر عسکری کہتے ہیں: "شہنشاہت پرست مفکرین جو سیاست میں مذہب کی مداخلت کے خلاف تھے انہوں نے کچھ موہوم سے نظریات پیش کرنا شروع کر دیے مثلاً یہ کہ اقتصادیات، قانون، تعلیم اور یہاں تک کہ اخلاقیات اور ثقافت بھی مذہب سے بالکل علیحدہ ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ مذہب کو اس کی حقیقی شکل میں انسانی زندگی کے انتظامی عنصر سے قطعاً خلط ملط نہیں کرنا چاہیے تاکہ مذہب اپنی پاکیزگی کو برقرار رکھ سکے۔" (۸)

اسلام میں بادشاہت کو حق حکومت نہ دینے کی وجہ بادشاہوں کا ریاست میں مطلق العنان ہو کر حکومت کرنا ہے۔ بادشاہ ایک ایسا مطلق العنان حاکم ہوتا ہے جو کسی کے پاس اپنے کو جوابدہ تصور نہیں سمجھتا۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں:

Muslim King: The gaze of Muslim Kings was solely

fixed on their own dynastic interests and so long as these were protected, they did not hesitate to sell their countries to the highest bidder {9}

بہر حال یہ بات طے ہے کہ اسلام میں بادشاہت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جس ریاست میں بادشاہی طرز حکومت ہو وہ ریاست قطعی طور پر ایک فلاحی اور اسلامی ریاست نہیں کہلائی جائیگی۔

جمہوریت:

دنیا کی تمام طرح کی طرز حکومتوں میں سے معروف اور مشہور طرز حکومت "جمہوریت" ہے۔ جمہوریت جس کو انگریزی میں Democracy کہا جاتا ہے یہ دراصل یونانی لفظ ہے جو دو الفاظ Demo اور Cracy کا مرکب ہے۔ Demo کے معنی عوام اور Cracy کے معنی حکومت کے ہیں۔ جمہوریت کا کوئی ایک یقینی معنی و مفہوم نہیں ہے۔ معروف ماہر لغت لویس معلوف نے جمہوریت کی یوں تعریف کی ہے: "[**الجمھوریّة] الامة او الدولة یعیّن زعیمھا لوقت محدّد لا بالتّوارثِ بل بانتخاب جمھور الامة** (۱۰) جمہوریت: دراصل رعایا یا ریاست جو اپنے سربراہ کو مخصوص مدت کے لئے اپنا سربراہ متعین کرے اور یہ تعیناتی وراثت کے بنیاد پر نہیں ہو بلکہ ملک کی عوام یہ انتخاب اپنی رائے کے ذریعے کرے۔"

مولانا مودودی جمہوریت کے بارے میں لکھتے ہیں: "ایک شخص بیک نظر ان خصوصیات کو دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ یہ مغربی طرز کی لادینی جمہوریت **Secular Democracy** نہیں ہے۔ اس لئے کہ فلسفیانہ نقطہ نظر سے جمہوریت تو نام ہی اس طرز حکومت کا ہے جس میں ملک کے عام باشندوں کو حاکمیت اعلیٰ حاصل ہو۔ ان ہی کی رائے سے قوانین بنے اور صرف انہی ہی کی رائے سے قوانین میں تغیر و تبدل ہو۔ جس قانون کو وہ چاہیں نافذ ہو اور جسے وہ نہ چاہیں وہ کتاب آئین میں سے محو کر دیا جائے۔ یہ بات اسلام میں نہیں ہے۔ یہاں ایک بالاترین قانون خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعے دیتا ہے جس کی اطاعت ریاست اور قوم کو کرنی پڑتی ہے۔ لہذا اس معنی میں اسے جمہوریت نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے زیادہ صحیح نام "الٰہی حکومت" ہے جس کو انگریزی میں **Theocracy** کہتے ہیں۔" (۱۱)

جمہوریت کا عمومی مفہوم عوامی حکومت ہے۔ اس لحاظ سے جمہوریت وہ واحد راستہ ہے

جس میں ریاست کے اکثر عوام اپنی زندگی کے مختلف شعبوں میں بہترین اور صحیح امور کا انتخاب کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ممکنات میں سے خالی نہیں کہ لوگوں کی منتخب شدہ جماعت عملی طور پر انسان کی فلاح و بہبود کے خلاف کام کریں جس کی مثالیں دور حاضر اور تاریخ کی تمام جمہوری حکومتوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اسی لئے علامہ اقبال نے جمہوریت پر منظوم انداز میں تنقید کیا تھا۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں! بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے (۱۲)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جمہوریت کا ایک مغربی اور ایک اسلامی طرز فکر ہے۔

معروف مستشرق Karen Armstrong نے ایک کتاب Islam: A Short History لکھی۔ فاضل مصنف نے اس کتاب کے آخری باب میں مسلمانوں کے ہاتھوں جمہوریت، اجماعیت، بادشاہت، شورائیت اور عقلانیت (سیکولرازم) کے نظریات پر قائم حکومتوں کی ناکامیوں کے اسباب پر بحث کی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے مغربی جمہوریت کی تعریف یوں کی ہے: ''عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کے لئے'' (۱۳) اسلامی جمہوری حکومت کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں ''خدا کی حکومت، خدا کے ذریعے، عوام کے لئے''۔ جمہوری طرز فکر کے مطابق اگر کسی ریاست میں حکومت قائم ہوتی ہے تو وہ صرف عوام کی رائے کے مطابق قائم ہوگی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عوام کو یا عوام کے منتخب نمائندوں کو کس حد تک حق حکومت حاصل ہے؟ کیا عوام کے منتخب نمائندوں کو حاکیت حاصل ہے؟ مولانا مودودی نے اپنی کتاب میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ آپ سوالیہ انداز میں اس کا جواب یوں دیتے ہیں: '' Political Sovereignty کس کے پاس ہے؟ اس کا لامحالہ جواب یہی ہے کہ وہ بھی اللہ کی ہے۔ پھر کسی خاص طبقہ کا نہیں بلکہ عوام کے پاس ہے اس فرق کے ساتھ کہ مغربی جمہوریت میں جمہور کو حاکیت کا حامل قرار دیا جاتا ہے اور ہم مسلمان جسے جمہوریت کہتے ہیں اس میں جمہور صرف خلافت کے حامل ٹھہراتے ہیں۔'' (۱۴)

شورائیت:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خلافت کا تعین کس طرح سے ہوگا، کیا خلافت کا تعین شوریٰ اور اجماع کے ذریعے صحیح ہے؟ اگر خلافت کا تعین شوریٰ اور اجماع سے قائم کیا جائے تو یہ بھی دراصل

عوامی انتخاب ہوگا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ جمہوریت چاہے اجماع، شوریٰ یا کوئی اور طریقہ سے قائم ہوا اسلامی نظریہ حاکمیت کے عین مطابق نہیں ہے کیونکہ اس سے جمہور ہی کو حاکمیت اعلیٰ حاصل ہو جاتی ہے، جبکہ اسلامی نظریہ حیات کے مطابق حاکمیت اعلیٰ کا حق صرف خالق کائنات کو حاصل ہے۔ اس کے بعد اللہ کے نمائندے انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اور پھر رسول کے تعین کردہ نمائندوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خود حاکمیت اعلیٰ کا حق اپنے پاس رکھیں یا اپنے نمائندوں کو یہ حق تفویض کریں۔ یوں حاکمیت اعلیٰ کا انتخاب خود خالق کی طرف سے ہونا ممکن ہے۔ عوام اللہ کی قائم کردہ حاکمیت اعلیٰ کے زیر تسلط اپنی جمہوری روش کے ذریعے زندگی کے مختلف شعبوں میں منافع اور مصالح کے لئے عوامی نمائندوں کو منتخب کر سکتے ہیں، اگر جمہوریت کو اس معنی اور مفہوم میں لیا جائے تو اس جمہوریت کی گنجائش ممکن ہے۔ مولانا مودودی اسی طریقہ کار کو قابل عمل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"اسلامی ریاست کیوں؟ قرآن کی رو سے اللہ تعالی مالک الملک ہے۔ خلق اس کی ہے لہذا فطرتاً امر کا حق Right of Rule بھی صرف اس کو پہنچتا ہے۔ اس کے ملک Dominion میں اس کی خلق پر خود اس کے سواء کسی دوسرے کا امر جاری ہونا اور حکم چلنا بنیادی طور پر غلط ہے۔ صحیح راستہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ اس کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت میں اس کے قانون شرعی کے مطابق حکمرانی ہو اور فیصلے کئے جائیں، (سورہ آل عمران کی ایت نمبر ۲۶ میں اس طرف اشارہ ہے) اس اصل الاصل کی بنا پر قانون سازی کا حق انسان سے سلب کیا گیا کیونکہ انسان مخلوق اور رعیت ہے۔ بندہ اور محکوم ہے اس کا کام صرف اس قانون کی پیروی کرنا ہے جو مالک الملک نے بنایا ہے۔ البتہ قانون الٰہی کی حدود کے اندر استنباط اور اجتہاد سے تفصیلی فقہی مرتب کرنے کا معاملہ دوسرا ہے۔ خداوند عالم کی زمین پر صحیح حکومت اور عدالت صرف وہ ہے جو اس قانون کی بناء پر قائم ہو جو اس نے پیغمبروں کے ذریعہ سے بھیجا ہے اس کا نام خلافت ہے۔ اس کے برعکس ہر وہ حکومت اور عدالت باغیانہ ہے جو خداوند عالم کی طرف سے اس کے پیغمبروں کے لائے ہوئے قانون کے بجائے کسی دوسری بنیاد پر قائم ہو۔ حقیقی مالک الملک نے جب انہیں سلطان (Chater) عطا ہی نہیں کیا تو وہ جائز حکومتیں اور عدالتیں کس طرح ہو سکتی ہیں۔ وہ تو جو کچھ کرتی ہیں خدا کے قانون کی رو سے سب کا سب کالعدم ہے۔ (۱۵)

لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ لبرل جمہوریت کی گنجائش اسلام میں نہیں ہے البتہ مقید جمہوریت

کی گنجائش اسلام میں ہے اسی کو شیعہ ''نظریہ ولایت'' کہتے ہیں اور اس کی عملی شکل حکومت ایران ہے جس میں عوامی رائے بھی شامل ہے لیکن حاکمیت اعلیٰ کا انتخاب عوام کے پاس نہیں ہے۔ جبکہ مسلمان اکثریت یہی رائے رکھتے ہیں کہ خلیفہ کا انتخاب اور روش حکومت کی بنیاد شوریٰ پر قائم ہے۔ معروف مصری عالم ڈاکٹر یوسف قرضاوی شوریٰ کے بارے میں لکھتے ہیں: بلاشبہ اسلام نے شوریٰ کی مفصل شکل بیان نہیں کی لیکن اس کا ذکر مکی قرآن میں ہے جو فرد اور معاشرے کے لئے اس کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ مکی قرآن نے شوریٰ کو اسلامی زندگی کے عناصر میں سے ایک عنصر بنا دیا ہے اور قیام صلوٰۃ اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے متعلق حکم کے ساتھ بیان کر کے اسے اسلامی معاشرے کی لازمی خصوصیت قرار دیا ہے۔(١٦)

یہ بات قطعی ہے کہ انسانی نظام زندگی میں شوریٰ کو اولیت حاصل ہے لیکن خلیفہ کے انتخاب میں شوریٰ کا کوئی کردار اسلام میں نظر نہیں آتا۔ قرآن مجید نے خلیفہ کے انتخاب کے اصول میں شوریٰ کو معیار قرار نہیں دیا، جن آیات میں شوریٰ کی اہمیت پیش کی جاتی ہیں ان آیات کا مصداق انتخاب خلیفہ نہیں ہے بلکہ معاملات زندگی ہے۔ سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ٣٨ اور سورہ آل عمران کی آیت نمبر ١٥٩ میں معاملات میں مشورہ کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ تاریخ میں خلیفہ کے انتخاب کے معیار کی ایک ہی مثال حضرت عمرؓ کی حیات میں ملتی ہے۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: ''حضرت عمرؓ نے چھ اصحاب شوریٰ کو مقرر کر کے اکثریتی اصول کو اختیار فرمالیا تھا، یہاں تک کہ اگر تین ایک رائے اختیار کرلیں اور باقی تین دوسری جانب ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ (آپ کا اپنا فرزند) جس رائے کے حامی ہوں اسے ترجیح حاصل ہو جائے اور اگر فریقین اس پر رضامند نہ ہوں تو ان تین کی رائے کو ترجیح دی جائے جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف موجود ہو۔(١٧)

قطع نظر اس کے کہ اس شورائیت کا سیاق وسباق کیا ہے۔ لیکن اس میں حضرت عمرؓ کی طرف سے اپنے فرزند اور عبدالرحمٰن بن عوف کو حق انتخاب تفویض کر دینا خود یہ بتا رہا ہے کہ انتخاب خلیفہ کا معیار شوریٰ نہیں ہے۔ کیونکہ اس فیصلے میں اصل مرجع حضرت عمرؓ قرار پاتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی ریاست صرف اس مملکت کو کہا جاسکتا ہے جس میں قائم حکومت مذہب کی تابع ہو اور حاکمیت اعلیٰ کا حق اللہ اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کو حاصل ہو جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ''تمہارے سرپرست اور رہبر صرف خدا، اس کا پیغمبر اور وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ انہوں نے نماز قائم کی ہے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کی ہے''۔(١٩)

اس ریاست کے معاملات اور فیصلوں میں عوامی شرکت بھی ہو، ریاست عوامی رائے کا احترام کرے، جیسا کہ پیغمبر خدا صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا "اور کاموں میں ان سے مشورہ کیا کرو"(۲۰) جبکہ آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے مطلقاً حق ولایت رکھتے تھے لیکن پھر بھی آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ملا کہ ریاست کے امور میں عوام کی شرکت کے لیے اہتمام کیا جائے تا کہ عوام اپنے منافع اور مصالح کا انتخاب خود کرسکیں۔اس پس منظر میں کسی بھی ملک میں حکومت قائم ہو تو اس ملک کو اسلامی ریاست کہا جا سکتا ہے۔واللہ اعلم۔

فہرست کتب

۱۔ سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۰۸

۲۔ واعظی، احمد، اسلامی نظریہ حکومت، ص ۵۲، معارف اسلام پبلشرز، قم، ایران، سنہ اشاعت ۱۴۲۶ھ۔ق

۳۔ قرضاوی، ڈاکٹر یوسف، اسلام اور سیکولرازم، ص ۵۳، مطبع ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، سن طباعت 1997ء

۴۔ اسلامی فِکر کی نئی تشکیل، علامہ محمد اقبالؒ ص ۱۸۴، ۱۸۵، مترجم شہزاد احمد، مکتبہ خلیل یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، پاکستان

۵۔ رضی، علامہ شریف، نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۶۱، مترجم مولانا مفتی جعفر حسین، ناشر امامیہ کتب خانہ مغل پورہ، لاہور،

۶۔ سورہ نور، آیت نمبر ۵۵

۷۔ زاہدی، ڈاکٹر زاہد علی، حکومت اسلامی کا فکری تجزیہ بحوالہ ولایت فقیہ، پی ایچ ڈی مقالہ باب اول، ص ۱۲

۸۔ پروفیسر ڈاکٹر مرزا عسکری حسین، انقلابِ ایران کے اثرات، انقلاب ایران کے اثرات، ص ۲۷۸،

۹۔ جعفری، سید محمد حسین، اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید، ص ۷۷، پاکستان اسٹڈی سنٹر،

جامعہ کراچی
١٠۔ المنجد، ص٩٩ للمطبعۃ الکاثولیکیۃ، بیروت، ١٩٥٢۔
١١۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، ص ١٣٩، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ ،لوئر مال روڈ لاہور، جون1995
١٢۔ علامہ اقبال، ضرب کلیم، ص ١٢٦، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، لاہور، جون 1991ء
١٣۔ کرن آرمسٹرانگ، مسلمانوں کا سیاسی عروج و زوال، ص ١٧٦، محمد احسن بٹ، ناشر : نگارشات، پبلشرز، مزنگ روڈ، لاہور، 2005ء
١٤۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، ص٣٤٢،
١٥۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، ص٥٢۔٦٠،
١٦۔ قرضاوی، ڈاکٹر یوسف، اسلام اور سیکولرازم، ص١٤٠،
١٧۔ قرضاوی، ڈاکٹر یوسف، اسلام اور سیکولرازم، ص١٤١، ١٤٢
١٩۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ٥٥
٢٠۔ سورہ آل عمران ١٥٨

☆☆☆☆☆